عقیدۂ توحید بائبل کی روشنی میں

اسماعیل عارفی*

Abstract:

The concept of monotheism and the belief in oneness of Allah (S.W.T), that is, "Toheed" is the voice of human nature. The entire universe and what exists in it bears witness to the oneness and existence of Allah.Toheed is the primary subject-matter of Divine Books (the Holy Books) and the sacred scriptures of all other messengers as well as the central title and main object of the Dawah of all Prophets.The Jesus, Hazrat Isa (Alaihis Salam), like the earlier prophets, invited the human beings to Tawheed. He never claimed Divinity or to be the Son of God.On the other hand, the Jesus had nothing to do with the existing Christian doctrine of the Trinity and even the Holy Bible presents the concept of Tawheed. Nowhere in the (Old Testament, or in the whole) Bible is mentioned the word Trinity nor it has presented the ideology or philosophy of the Trinity.What are the true and real teachings of the Jesus (Isa)? What does the Bible teach about the Trinity? This is an effort to offer the facts in the light of explicit and strong grounds.

Key Words: Toheed, Trinity, Hazrat Isa, Holy Bible,

حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کا پیغامِ اسلام، دینِ توحید لے کر اِس عالمِ رنگ و بو میں تشریف لائے۔ انہوں نے انسانوں اور جنوں کو خالص توحیدِ خداوندی کا درس دیا۔ یہ ان کی دعوتی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج نوعِ انسانی کی اکثریت توحیدِ الٰہی کا اعتقاد رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کو سعادتِ دارین کے لیے ضروری قرار دیتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان میں سے اچھی خاصی تعداد طرح طرح سے شرک کا ارتکاب بھی کرتی ہے۔ قرآن مجید سچ فرماتا ہے۔

﴿ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُوْنَ ﴾ (۱)

"ان میں سے اکثر اللہ کو مانتے ہیں مگر اس طرح کہ اسکے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں"

یہ عجیب حسنِ اتفاق ہے یا عقیدۂ توحید کی زبردست صداقت ہے کہ بائبل ہزاروں سالوں میں مختلف مراحل سے گزرنے کے باوجود آج بھی اپنے اندر خالص توحید کا نمایاں اثر اور واضح تعلیم رکھتی ہے حتیٰ کہ اس میں "عقیدۂ تثلیث" کا نام و نشان تک نہیں۔

عقیدۂ توحید اور عہد نامہ قدیم

جہاں تک پرانے عہد نامہ کا تعلق ہے وہ تو اس مضمون سے بھرا پڑا ہے۔ بطورِ مثال چند نمونے ملاحظہ فرمائیے! ارشاد ہے:

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اصول الدین، کراچی یونیورسٹی، کراچی

''یہ سب کچھ تجھ کو دکھایا گیا تا کہ تو جانے کہ خداوند ہی خدا ہے اور اُسکے سوا اَور کوئی ہے ہی نہیں ....پس آج کے دن تو جان لے اور اس بات کو اپنے دل میں جما لے کہ اوپر آسمان میں اور نیچے زمین پر خداوند ہی خدا ہے اور کوئی دوسرا نہیں'' (۲)

''کیونکہ تو بزرگ ہے اور عجیب وغریب کام کرتا ہے۔تو ہی واحد خدا ہے'' (۳)

''میں ہی اول اور میں ہی آخر ہوں اور میرے سوا کوئی خدا نہیں..........میں خداوند سب کا خالق ہوں۔میں ہی اکیلا آسمان کو تاننے اور زمین کو بچھانے والا ہوں کون میرا شریک ہے؟''(۴)

''میں ہی خداوند ہوں اور کوئی نہیں۔میرے سوا کوئی خدا نہیں۔میں نے تیری کمر باندھی اگر چہ تو نے مجھے نہ پہچانا تا کہ مشرق سے مغرب تک لوگ جان لیں کہ میرے سوا کوئی نہیں۔میں ہی خداوند ہوں میرے سوا کوئی دوسرا نہیں''(۵)

''پر ایک دن ایسا آئے گا جو خداوند ہی کو معلوم ہے۔............اور خداوند ساری دنیا کا بادشاہ ہوگا۔اس روز ایک ہی خداوند ہوگا اور اسکا نام واحد ہوگا''(٦)

مؤخر الذکر عبارت کا مضمون ان قرآنی آیات کے مطابق ہی لگتا ہے۔

﴿يَوْمَ لَاتَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْاءً وَّالْاَمْرُيَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ﴾ (۷)

''اس دن کوئی کسی کیلئے کسی چیز کا مالک نہ ہوگا اور حکم اس روز خدا ہی کا ہوگا''

دوسری جگہ ارشادِ قرآنی ہے۔

﴿يَوْمَهُمْ بَارِزُوْنَ لَايَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَىْءٌ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾(۸)

''جس دن وہ سب نکل کھڑے ہونگے انکی کوئی چیز خدا سے مخفی نہ رہے گی۔آج کس کی بادشاہت ہے؟ خدا کی جو اکیلا اور غالب ہے''.

دینِ موسوی کا کلمہ توحید

بائبل میں ایک اور جگہ توحید کا اس طرح اعلان کیا گیا ہے۔

''سن اے اسرائیل!خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے''(۹)

عربی بائبل میں اسکا ترجمہ یوں ہے:

''اسمعوا یابنی اسرائیل: الرّب الهنا ربّ واحد'' (۱۰)

فارسی بائبل میں اسکا ترجمہ یوں ہے:

''اے اسرائیل بشنو: یَہُوَ ہ خدای مایھو ہ واحد است'' (۱۱)

انگریزی بائبل میں اسکا ترجمہ یوں ہے

"Hear O Israel: The LORD our God is one LORD"(۱۲)

یہ جملہ یہود کا کلمہ ہے جو ''شمع'' کہلاتا ہے۔ فارسی جملے میں اللہ تعالیٰ کیلئے لفظ ''یھو ہ'' اور عبرانی جملے میں خدا کیلئے لفظ ''الوھیم'' آیا ہے (۱۳) اس جملے میں اور اسلام کے کلمہ توحید لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ میں کوئی خاص فرق نہیں۔ اس کا مضمون قرآنی سورۃ اخلاص سے مختلف نہیں۔ عہد نامہ قدیم میں ایک جملہ یا آیت بھی ایسی نہیں جس میں تثلیث کے اس مفروضہ کے متعلق صراحتاً یا اشارتاً کچھ بتایا گیا ہو۔ چنانچہ پروفیسر ساجد میر لکھتے ہیں کہ کیتھولک انسائیکلوپیڈیا کا اعتراف ہے:

The doctrine of the Holy Trnity is not taught in the O.T.

''تثلیث مقدس کا نظریہ عہد نامہ قدیم میں نہیں سکھایا گیا'' (۱۴)

عقیدۂ توحید اور عہد نامہ جدید

عہدِ جدید اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو دیکھا جائے تو وہاں بھی توحید کا درس اسی طرح دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

''اور فقیہوں میں سے ایک نے انکو بحث کرتے سُن کر جان لیا کہ اس نے انکو خوب جواب دیا ہے۔ وہ پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ سب حکموں میں اول کون سا ہے؟۔ یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے اے اسرائیل سن۔ خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔ اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ۔ دوسرا یہ ہے کہ تو اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ۔ اِن سے بڑا اور کوئی حکم نہیں۔ فقیہ نے اس سے کہا اے استاد بہت خوب! تو نے سچ کہا کہ وہ ایک ہی ہے اور اسکے سوا اور کوئی نہیں۔ اور اس سے سارے دل اور ساری عقل اور ساری طاقت سے محبت رکھنا اور اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھنا سب سوختنی قربانیوں اور ذبیحوں سے بڑھ کر ہے۔ جب یسوع نے دیکھا کہ اس نے دانائی سے جواب دیا تو اس سے کہا تو خدا کی بادشاہی سے دور نہیں'' (۱۵)

اس مکالمہ میں سائل ایک یہودی عالم ہے جو نہ تو الوھیّت میں کسی اقنوم کا قائل ہے۔ نہ وہ اللہ تعالیٰ کیساتھ رُوح القدس یا بیٹے کی شمولیت کا قائل ہے، نہ وہ تثلیث کے لفظ و عقیدہ سے آشنا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسکے سوال پر تثلیث کا پیچیدہ عقیدہ یا نظریہ (Theory) نہیں پیش کیا۔ انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ باپ کامل خدا ہے، بیٹا کامل خدا ہے، روحِ پاک کامل خدا ہے اور سب ملکر ''ایک'' خدا ہے جیسا کہ موجودہ ''پولوسی مسیحیت'' کا اعتقاد ہے بلکہ یہ فرمایا ''اے اسرائیل سن۔ خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند

ہے''۔ یہودی عالم نے توحید بلا تثلیث کو سنا اور سچ جانا جس کی وجہ سے حضرت مسیحؑ اسکی دانائی پر داد دیتے ہیں۔ اسی عقیدہ کو نجات کیلئے کافی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''تو خدا کی بادشاہی سے دور نہیں'' جنت تیرا ٹھکانہ اور خدا کی رضا تیری منزل ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے آپکو خدا' یا خدا کا تجسّم یا خدا کا خاص معنوں میں بیٹا ہونے کا نہ کبھی خود خیال کیا نہ دوسروں سے کبھی اِسکا اظہار کیا بلکہ انہوں نے گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح اصولِ اسلام یعنی توحید' رسالت' آخرت کی تعلیم دی۔ چنانچہ قیامت کے دن اہلِ تثلیث کے مقدمہ میں حضرت عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس طرح اپنی صفائی دیکر اظہارِ برأت کریں گے۔

﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَايَكُوْنُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَالَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَافِيْ نَفْسِيْ وَلَا اَعْلَمُ مَافِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ. مَاقُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِيْ بِهٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْداً مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ (١٦)

''اور (اس وقت کو بھی یاد رکھو) جب خدا فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری والدہ کو بھی معبود بنالو؟ وہ عرض کریں گے کہ تو پاک ہے میرے لئے یہ کسی طرح بھی ممکن نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کچھ حق نہیں۔ اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو آپ کو ضرور اسکا علم ہوتا (کیونکہ) جو بات میرے دل میں ہے تو اسے جانتا ہے اور جو تیرے ضمیر میں ہے اسے میں نہیں جانتا۔ بے شک تو ساری پوشیدہ چیزوں سے واقف ہے۔ میں نے ان سے کچھ نہیں کہا بجز اس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے وہ یہ کہ تم خدا کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے۔ اور جب تک میں ان میں رہا ان (کے حالات) کی خبر رکھتا رہا جب تو نے مجھے (دنیا سے) اٹھالیا تو تُو ان کا نگراں تھا اور تو ہر چیز سے خبردار ہے''

قرآنی ارشاد پر بائبل کی تصدیق

یہی مضمون بائبل میں بھی وارد ہے اور قرآنی ارشاد کی پوری پوری تائید ملتی ہے چنانچہ لکھا ہے:

''اُس دن بہتیرے مجھ سے کہیں گے اے خداوند اے خداوند! کیا ہم نے تیرے نام سے نبوّت نہیں کی اور تیرے نام سے بدرُوحوں کو نہیں نکالا اور تیرے نام سے بہت سے معجزے نہیں دکھائے؟۔ اُس وقت میں ان سے صاف کہدونگا کہ میری کبھی تم سے واقفیت نہ تھی۔ اے بدکارو میرے پاس سے چلے جاؤ۔ پس جو کوئی میری یہ باتیں سنتا اوران پر عمل کرتا ہے وہ اس عقلمند آدمی کی مانند ٹھہریگا جس نے چٹان پر اپنا گھر بنایا۔ اور مینہ برسا اور پانی چڑھا اور

آندھیاں چلیں اور اس گھر پر ٹکریں لیکن وہ نہ گرا کیونکہ اسکی بنیاد چٹان پر ڈالی گئی تھی۔ اور جو کوئی میری یہ باتیں سنتا ہے اور ان پر عمل نہیں کرتا وہ اُس بیوقوف آدمی کی مانند ٹھہریگا جس نے اپنا گھر ریت پر بنایا۔ اور مینہ برسا اور پانی چڑھا اور آندھیاں چلیں اور اس گھر کو صدمہ پہنچایا اور وہ گر گیا اور بالکل برباد ہو گیا'' (۱۷)

بلاشبہ یہ ایک سچی حقیقت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی باتوں میں صرف توحید کا سبق ملتا ہے اور تثلیث کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا جو شخص خالص توحید بلا تثلیث کا عقیدہ رکھتا ہے وہی حقیقت میں ان کی باتوں کو سننے والا، عمل کرنے والا، چٹان پر گھر بنانے والا عقلمند آدمی ہے اور جو کوئی ان کی توحیدی تعلیمات کے برعکس تثلیث وصلیب کا پجاری ہے وہ انکی باتوں سے غفلت کرنے والا، ان کی ہدایات کو عمل میں نہ لانے والا، ریت پر گھر بنانے والا، بالکل برباد ہونے والا بےوقوف آدمی ہے کیونکہ حضرت عیسی علیہ السلام نے تو یہی کچھ فرمایا ہے کہ ''اے اسرائیل سن۔ خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے'' اور فرمایا ''تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر'' (متی باب ۴ آیت ۱۰ الوقا باب ۴ آیت ۸) یعنی اے بنی اسرائیل صرف اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے اور اسکے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کرو۔ قرآن مجید بھی انکی دعوت کا خلاصہ یہی بتاتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَمَامِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اَفَلَايَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (۱۸)

''وہ لوگ بےشبہ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ مریم کے بیٹے (عیسی علیہ السلام) مسیح خدا ہیں۔ حالانکہ (خود) مسیح (یہود سے) یہ کہا کرتے تھے کہ اے بنی اسرائیل خدا ہی کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی (اور جان رکھو کہ) جو شخص خدا کیساتھ شرک کریگا خدا اُس پر بہشت کو حرام کر دیگا۔ اور اسکا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ وہ لوگ (بھی) یقیناً کافر ہیں جو اِس بات کے قائل ہیں کہ خدا تین میں سے تیسرا ہے۔ حالانکہ اُس معبودِ یکتا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اگر یہ لوگ ایسے اقوال (وعقائد) سے باز نہیں آئیں گے تو اِن میں جو کافر رہیں گے وہ تکلیف دینے والا عذاب پائیں گے۔ تو یہ کیوں خدا کے آگے توبہ نہیں کرتے اور اُس سے گناہوں کی معافی نہیں مانگتے اور خدا تو بخشنے والا مہربان ہے''

ایک مغربی مسیحی عالم حضرت عیسی علیہ السلام کے معروف سوانح نگار کا قول نقل کیا گیا ہے:

That Jesus never dreamt of making himself pass for an

incarnation of God, is a matter about which there can be no doubt,{Ernest Renan; Life of Jesus, p. 181.}

''یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ یسوع نے کبھی اپنے آپ کو خدا کا مظہر سمجھا جانے کا خواب بھی نہ دیکھا تھا''(۱۹)

جس طرح حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنے خدا ہونے کا خواب بھی نہ دیکھا بلکہ انہوں نے خالص توحید کا سبق دیا اسی طرح بائبل بھی تثلیث کی بجائے توحید کی تعلیم دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انیسویں صدی کے ایک معروف عیسائی مصلح چیننگ {Channing} عقیدۂ تثلیث کے خلاف سرگرم عمل رہے انکا اعلان تھا کہ:

The Scriptures, when reasonably interpreted, teach the doctrine held by the Unitarians.{E.M.Wilbur:A History Of Unitariansm,p.424.}

''بائبل کو درست طریقہ سے سمجھا اور سمجھایا جائے تو وہ موحدین ہی کی تائید کرے گی''(۲۰)

فلسفہ تثلیث اور حضرت عیسی علیہ السلام

حضرت عیسی علیہ السلام اپنے رفع آسمانی سے قبل زمین پر جتنا عرصہ رہے انہوں نے ایک مرتبہ بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ''میں خدا ہوں''۔ جس طرح دوسرے انبیاء کرام کو حسبِ مصلحتِ زمانہ معجزات دیے گئے اسی طرح آپؑ کو بھی احیاء موتی، شفاء امراض، برکتِ طعام وغیرہ کے معجزات دیے گئے۔ یہ معجزات ان کے خدا ہونے کی دلیل نہیں بلکہ انکی نبوّت ورسالت کی دلیل ہیں۔ کیونکہ انہوں نے دوسرے پیغمبروں کی طرح محض خدا کی قدرت سے معجزات دکھائے چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں اپنے آپ سے کچھ نہیں کرسکتا جیسا حکم پاتا ہوں کرتا ہوں اپنے بھیجنے والے کی مرضی چاہتا ہوں (یوحنا ۵:۳۰) میں خدا کی قدرت سے بدرُوحوں کو نکالتا ہوں اور شفا دیتا ہوں (لوقا ۱۱:۲۰) جب کوئی معجزہ ہوجاتا تھا تو خدا کا شکر ادا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انکی سن لی (یوحنا ۱۱:۴۱) حضرت عیسیٰؑ کے حواری پطرس رسول بڑی واضح گواہی اور صاف صاف بیان (Remarks) دیتے ہیں

''اے اسرائیلیو! یہ باتیں سنو کہ یسوع ناصری ایک شخص تھا جسکا خدا کی طرف سے ہونا تم پر ان معجزوں اور عجیب کاموں اور نشانوں سے ثابت ہوا جو خدا نے اسکی معرفت تم میں دکھائے۔ چنانچہ تم آپ ہی جانتے ہو''(۲۱)

حضرت عیسی علیہ السلام انسان ہی تھے۔ نو ماہ تک ماں کے پیٹ میں رہے۔ عام بچوں کی طرح انکی پیدائش ہوئی۔ آٹھویں روز انکا ختنہ ہوا (لوقا ۲:۲۱) نسطوریس نے صحیح کہا تھا کہ ''خدا ایک یا دو تین ماہ کا بچہ نہیں ہوسکتا'' مگر کلیسیا نے اسے مرتد قرار دے کر عیسائیت سے خارج کردیا۔(۲۲) حضرت عیسی علیہ السلام کو بائبل میں ۷۸ مرتبہ ''ابن آدم'' انسان کا بیٹا کہا گیا ہے بلکہ بائبل میں ایک جگہ حضرت عیسی علیہ السلام کو یوسف کا بیٹا اور حضرت آدم علیہ السلام کو ''خدا کا بیٹا'' بتایا گیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ پیدا ہونا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ پیدا ہونا اُنکے خدا ہونے کی دلیل نہیں بنتی اور نصاریٰ کا اِس سے اُن کی الوہیت پر استدلال کرنا مناسب نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالی اس سے قبل حضرت آدم علیہ السلام کو محض اپنی قدرتِ تامہ سے ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا کر چکے ہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاری نجران سے دوران مکالمہ عیسائی علماء (عبدالمسیح اوران کے ساٹھ رفقاء پر مشتمل وفد) کو یہی مسکت جواب دیا۔ اسی پسِ منظر میں اللہ تعالی کا یہ ارشاد مذکور ہے:

﴿اِنّ مثل عیسی عِند اللّٰه کمثلِ آدمَ خَلقَه مِن تُرابٍ ثمّ قَالَ له کُن فَیکُون﴾ (۲۳)

''عیسٰی کا حال اللہ کے نزدیک آدم کا سا ہے کہ اُس نے (پہلے) مٹی سے اُن کا قالب بنایا پھر فرمایا کہ (انسان) ہو جا تو وہ (انسان) ہو گئے''۔

مطلب یہ ہے کہ آدم کا نہ باپ ہے نہ ماں اگر عیسی کا باپ نہ ہو تو کونسی تعجب کی بات ہے ورنہ آدم کو خدا یا خدا کا بیٹا ثابت کرنے پر زیادہ زور دینا چاہیئے حالانکہ کوئی بھی اسکا قائل نہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو وجود بخشنے کے بعد اسے علّت ومعلول (Cause and Effect) کے نظام سے جوڑ دیا ہے مگر اِسکا یہ مطلب نہیں کہ وہ خود خالقِ کائنات ہو کر اپنے بنائے ہوئے نظام کے سامنے مجبور ہو گیا ہے یا کسی قاعدے کا محتاج ہو گیا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں! وہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ تعالی جس طرح اپنے بندے ابراہیم علیہ السلام کیلئے نار کو گلزار کر سکتا ہے' اپنے بندے موسیٰ علیہ السلام کیلئے بحرِ ذخار کو شارع عام بنا سکتا ہے اسی طرح اسکو قدرت ہے کہ جیسے چاہے آدمی کا نقشہ تیار کر دے خواہ مرد وعورت دونوں کے ملنے سے جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے یا صرف عورت (ماں) کی قوتِ منفعلہ سے۔ اس قادرِ مطلق نے حوّا کو بغیر عورت کے، مسیح کو بغیر مرد کے اور آدمؑ کو مرد وعورت دونوں کے بغیر پیدا کر دیا۔ تخلیقِ انسان کی عقلاً چار ہی صورتیں تھیں ان سب کا نمونہ دکھا دیا۔ اسکی حکمتوں کا احاطہ کون کر سکتا ہے؟ یاد رہے کہ کبھی ماں باپ دونوں ملکر بہت چاہتے ہیں کہ اولاد ہو اور اسکے لئے ہر طرح کی تگ و دو کرتے ہیں مگر کچھ ہاتھ نہیں آتا' کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ماں باپ تو چاہتے ہیں کہ لڑکا پیدا ہو مگر اُنکی خواہش کے برعکس لڑکی پیدا ہوتی ہے اور کبھی چاہتے ہیں کہ لڑکی پیدا ہو مگر انکی تمنا کے برخلاف لڑکا پیدا ہو جاتا ہے یہ سب اللہ تعالی کی قدرتِ تامہ اور اختیارِ کامل کے کرشمے ہیں اور بندوں کی درماندگی وپسماندگی' عاجزی وبے بسی پر گواہی ہے۔ قرآنِ عزیز کیا خوب فرماتا ہے

﴿لِلّٰـه مُلکُ السّمٰوٰاتِ والارضِ یخلقُ مایَشآء یَهَبُ لِمَن یّشآءُ اِنَاثاً وَّیَهبُ لِمَن یّشآءُ الذُّکُور. اَویُزَوِّجُهُم ذُکرَاناً وَّاِنَاثاً وَیَجعَلُ مَن یَّشآءُ عَقِیماً اِنّه عَلِیمٌ قَدِیرٌ﴾ (۲۴)

''(تمام) بادشاہت اللہ ہی کی ہے آسمانوں کی بھی اور زمین کی بھی وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے بخشتا ہے۔ یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عنایت فرماتا ہے اور جس کو

چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے وہ تو جاننے والا (اور) قدرت والا ہے۔''

دوسرا نکتہ

نیز بائبل کے مطابق اس میں حضرت عیسی علیہ السلام کی کوئی خصوصیت نہیں ہے بلکہ حضرت آدمؑ وعیسیٰؑ کے علاوہ بھی ایک شخصیت کے ساتھ ایسا ہوا ہے چنانچہ پولوس اپنے خط (جسے مسیحیت نے الہامی قرار دے کر بائبل مقدس میں شامل کر رکھا ہے) میں عبرانیوں کے نام لکھتے ہیں:

''اور یہ مَلکِ صدق سالم کا بادشاہ۔ خدا تعالیٰ کا کاہن ہمیشہ کاہن رہتا ہے۔ جب ابراہام بادشاہوں کو قتل کر کے واپس آتا تھا تو اسی نے اسکا استقبال کیا اور اسکے لئے برکت چاہی۔ اِسی کو ابراہام نے سب چیزوں کی دہ یکی دی۔ یہ اول تو اپنے نام کے معنی کے موافق راستبازی کا بادشاہ ہے اور پھر سالم یعنی صلح کا بادشاہ۔ یہ بے باپ بے ماں بے نسبنامہ ہے۔ نہ اسکی عمر کا شروع نہ زندگی کا آخر بلکہ خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھہرا''(۲۵)

اولاً تو یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی بادشاہوں کو قتل کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ ظالم اور کافر بادشاہ ہوں گے اور ابراہیم علیہ السلام کا ان کو قتل کرنا اللہ کے حکم سے ہوگا یہی جہاد فی سبیل اللہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اللہ کی راہ میں قتال کرنے والے تھے اور خدا کی راہ میں قتال و جہاد پچھلے انبیاء کا شیوہ رہا ہے قرآن عزیز نے بھی اس سے باخبر کیا ہے ارشاد باری تعالی ہے

﴿وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُواْ لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَمَا ضَعُفُواْ وَمَا اسْتَكَانُواْ وَاللّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ. وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلاَّ أَن قَالُواْ ربَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ. فَآتَاهُمُ اللّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الآخِرَةِ وَاللّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ (۲٦)

''اور بہت سے نبی ہوئے ہیں جن کیساتھ ہوکر اکثر اہل اللہ (اللہ کے دشمنوں سے) لڑے ہیں تو جو مصیبتیں اُن پر اللہ کی راہ میں واقع ہوئیں اُن کے سبب اُنہوں نے نہ تو ہمت ہاری اور نہ بزدلی کی، نہ (کافروں سے) دبے۔ اور اللہ تعالیٰ استقلال رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور (اس حالت میں) اُن کے منہ سے کوئی بات نکلتی تو یہی کہ اے رب ہمارے گناہ اور زیادتیاں جو ہم اپنے کاموں میں کرتے رہے ہیں معاف فرما۔ اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں پر فتح عنایت فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو دنیا میں بھی بدلا دیا اور آخرت میں بھی بہت اچھا بدلا (دے گا) اور اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے''۔

لہٰذا حضرت محمد ﷺ کے جہاد و قتال، غزوات و سرایا کے حوالے سے مستشرقین اور معاندین کا طعن کرنا بالکل انصاف

نہیں۔ بالخصوص کتبِ سابقہ میں گذشتہ انبیاء کرام کے حوالے سے حضرت محمد ﷺ کے متعلق جو ''بشارات'' ذکر ہوئی ہیں ان سب میں ایک نمایاں وصف اور قدر مشترک بیانیہ آپ ﷺ کا جہاد ہے جس میں کفر سرنگوں ہوا، حق غالب ہوا، حضرت عیسیٰؑ کے گستاخوں کو خاصی تنبیہ ہوئی۔ بہر حال تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

دوسرا نکتہ اس عبارت سے یہ واضح ہوا کہ ''مَلکِ صدق'' خدا کے ہاں نہایت بلند پایہ تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی جہاد کا مالِ غنیمت لے کر لوٹتے تو ان کو سب چیزوں کا عشر (دہ یکی) دیتے۔ یہ دو باتیں تو ضمناً بر سبیل تذکرہ تھیں حقیقت یہ ہے کہ ''مَلکِ صدق'' خدا کے بیٹے (یسوع) کے مشابہ نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر ہے کیونکہ خدا کے مزعومہ بیٹے (یسوع مسیح) کا اناجیل نے تفصیلی نسب نامہ ذکر کیا ہے جس میں کئی اغلاط کی نشاندہی کی گئی ہے (۲۷) جبکہ یہ شخص بقول بائبل نسب نامہ سے پاک ہے۔ خدا کے بیٹے کی ماں (مریمؑ) ہے جبکہ یہ شخص بے ماں ہے۔ تو اس کی عظمت وعصمت زیادہ ہوگی۔ کیونکہ بائبل میں ایک جگہ آیا ہے:

''پھر انسان کیوں کر خدا کے حضور راست ٹھہر سکتا ہے؟ یا جو عورت سے پیدا ہوا ہے وہ کیوں کر پاک ہوسکتا ہے'' (۲۸)

مسیحیت کے عقیدے کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ میں اصل گناہ گار تو عورت ہے اسی نے فریب کھایا' گناہ میں پڑ گئی مرد کو بھی گناہ میں مبتلا کیا (۲۹) گویا عورت دوہری مجرم تھی۔ جو شخص گناہ کے مرکزی کردار ''عورت'' سے پیدا ہو تو خاص معنوں میں اس کی معصومیت کیسے ثابت ہوگی؟ بالخصوص اناجیل حضرت مریم علیہا السلام کے حوالے سے کوئی خاص تقدس نہیں بتاتیں بلکہ ان کو شراب طلب کرتے ہوئے ہی دکھایا گیا ہے (۳۰) یہ ساری گفتگو مسیحی فکر کے تناظر میں ہے ورنہ اسلامی عقیدہ کے مطابق حضرت عیسی علیہ السلام ایک عظیم الشان نبی، معصوم رسول، اولوالعزم پیغمبر تھے۔ انہوں نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دعوت دی وہ خود کو خدا کہلانا سوچ بھی نہیں سکتے جیسا کہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے:

''اور جب وہ باہر نکل کر راہ میں جارہا تھا تو ایک شخص دوڑتا ہوا اسکے پاس آیا اور اسکے آگے گھٹنے ٹیک کر اس سے پوچھنے لگا کہ اے نیک استاد میں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں؟ یسوع نے اس سے کہا تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے؟ کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا'' (۳۱)

مقامِ عبدیت، شانِ بندگی کی انتہاء دیکھئے کہ اپنے حق میں لفظِ نیک وصالح {good} سننا بھی گوارا نہیں کرتے اور فرماتے ہیں کہ نیک کہلانے کے لائق تو خدا کی ذات ہے۔ ہر طرح کی تعریف کا استحقاق اسکی ہستی کو ہے۔ خوب غور فرمائیے! جو شخص اپنے متعلق ''نیک'' کہلانا پسند نہیں کرتا اور اس کو خدا کا حق قرار دیتا ہے وہ خود کو خدا کہلانا کیسے گوارا کریگا؟ جو انسان اپنے متعلق لفظ good قبول نہیں کرتا وہ لفظ God کہنے کی کیسے اجازت دے سکتا ہے؟ حضرت عیسی علیہ السلام اپنی مدح میں ذرا سا لفظ بھی گوارا نہیں کرتے مبالغہ تو دور کی بات ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا یہی مقام ہوتا ہے کہ وہ ہر تعریف کو تعریفوں والے خدا اللہ وحدہٗ لاشریک

لہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اپنے آپ کو خدا کا بندہ ہونا قابل فخر اعزاز سمجھتے ہیں۔قرآن عزیز کیا خوب فرماتا ہے:

﴿لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا﴾ (۳۲)

''مسیح (علیہ السلام) نے کبھی اس بات کو عار نہیں سمجھا کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ مقرب ترین فرشتے اسکو اپنے لئے عار سمجھتے ہیں۔اگر کوئی اللہ کی بندگی کو اپنے لئے عار سمجھتا ہے اور تکبر کرتا ہے تو ایک وقت آئیگا جب اللہ سب کو گھیر کر اپنے سامنے حاضر کریگا'' ۔

ایک اہم سوال اور اُسکا جواب

یہاں ایک سوال تشنہ جواب رہ جاتا ہے کہ جب بائبل میں تثلیث کا بیان نہیں ہے۔حضرت عیسی علیہ السلام کے ارشادات میں اس کا ذکر نہیں ہے تو پھر یہ نا قابلِ فہم فلسفہ آیا کہاں سے؟ اسکا جواب مسیحیت کے مستند محققین کی زبانی سنیئے:

''لفظ تثلیث کتاب مقدس میں موجود نہیں اصطلاح تثلیث فی التوحید پہلی مرتبہ دوسری صدی عیسوی کے آخری عشرہ میں بزرگ طرطلیان نے استعمال کی اور یہ مسئلہ مسیحی علم الٰہی میں اس شکل میں چوتھی صدی عیسوی میں بیان کیا گیا۔تاہم یہ مسیحی مذہب کا بنیادی' امتیازی اور جامع مسئلہ ہے جسکا صاف اشارہ کلام پاک کے پہلے صفحہ سے آخری صفحہ تک کئی مرتبہ آیا ہے'' (۳۳)

تجزیہ عبارت اور پانچ تحقیقی نکات

(۱) بائبل میں لفظِ تثلیث کا فقدان

پہلی بات یہ معلوم ہوئی کہ بائبل میں تثلیث یا خدائے ثالوث کا بیان تو دور کی بات ہے لفظ تک موجود نہیں۔ہاں البتہ قرآن مجید میں تثلیث کا صاف لفظوں میں رد موجود ہے:-

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ﴾ (۳۴)

''اور یہ نہ کہو کہ (خدا) تین ہیں (اس سے) باز آجاؤ تمہارے حق میں یہی بہتر ہے اللہ تو بس ایک ہی معبود ہے وہ پاک ہے اِس سے کہ اسکے بیٹا ہو''

(۲) نظریۂ تثلیث کا بانی

دوسری بات یہ ہے کہ تثلیث حضرت عیسی علیہ السلام سے ثابت نہیں بلکہ اس اصطلاح کا موجد ''بزرگ'' طرطلیان ہے۔ مسیحی لٹریچر میں اسکا تعارف اس طرح آیا ہے:

''ان شہیدوں کی بے ریا شہادت اور ثابت قدمی سے جہاں اور بھی بہت سے حق کے متلاشی خُداوندکی آغوشِ رحمت میں آئے۔ وہاں ان میں ایک رومی وکیل بھی تھا۔ جو اپنے زمانہ کا زبردست قانون دان، منطق کا ماہر اور علم وفضل کا پُتلہ تھا۔ اس مجسمۂ فہم وفراست کا نام ترتولیاں (طرطلیان) تھا۔ وہ لاطینی نسل سے متعلق تھا اور ایک متمول خاندان کا فرد تھا۔ اسکا والد شاہی صوبہ دار تھا۔ اس کی پرورش ناز ونعمت میں ہوئی تھی۔ رومی امرا کی طرح اس کے اوقات کا بہتر مصرف تفریح گاہیں تھیں۔ اس کے ہم جلیس اوباش اور بےفکرے لوگ تھے۔ چونکہ تیز فہم اور زود حس انسان تھا۔ اس لئے مسیحیوں کی بےلوث قربانی نے اسکے دل پر گہرا اثر کیا۔ وہ ان کی پاکیزگی اور ایثار کا گرویدہ ہوگیا اور مشرف بہ مسیحیت ہوا۔ مسیحیت نے اس کی زندگی کو یک قلم بدل دیا اور وہ مسیحیت کا سب سے بڑا حامی بن گیا۔ مسیحیت کی حمایت میں اس نے ایسے دلائل پیش کیے کہ مخالفین چپ ہوگئے۔ وہی منطق اور فلسفہ جو اس سے پیشتر وہ دنیاوی مقاصد کیلئے پیش کیا کرتا تھا۔ اسی کو اس نے دینِ حق کے ثابت کرنے میں پیش کرنا شروع کردیا.................. ایمان کے ضمن میں ایک جوہر اور تین اقانیم اسی کی ایجاد کردہ اصطلاح ہے۔ مگر ساتھ ہی وہ اقنوم یا شخص کے غلط مفہوم سے بھی آگاہ کرتا ہے کہ مبادا اس سے خدائے ثُلاثہ کا عقیدہ اخذ کیا جائے۔ اس لئے وہ اس سے اجتناب کرتا ہوا ''تثلیث'' کا عام طور پر استعمال کرتا ہے۔ وہ واضح طور پر کہتا ہے۔ باپ خدا ہے بیٹا خدا ہے۔ اور رُوح القدس خدا ہے اور ان اقانیم میں سے ہر ایک خدا ہے۔ اس نے اس بات کی بھی تعلیم دی کہ مسیح کی ذات میں الوہیت اور انسانیت کا کامل اتحاد تھا اور اس کا ایمان تھا کہ خدا میں بہترین صنعت جو پائی جاتی ہے وہ نجات کی ہے۔ تقریباً پچاس سال کی عمر یعنی ۲۰۲ء میں مونطانیت خیال کا حامی ہوگیا۔ اور جس ہمت اور جوش سے اس نے غیر مذاہب کی مذمت کی۔ اسی طرح اس نے اس وقت کے نظام کلیسیا کی مخالفت کی۔ اسکے خیال میں بپتسمہ کے بعد کلیسیا مجاز نہیں کہ گناہوں کی مخلصی دے۔ خادم الدینوں کے نکاح ثانی کی بھی اس نے مذمت کی۔ ان امور میں اسکی چپقلش پوپ سالسیطاس سے ہوگئی۔ اسکے خیال میں محض رُوحانی اور حق پرست فرقہ مونطانی تھا۔ اس لئے اس فرقہ کی حتی المقدور امداد کی اور کلیسیائے مسلط کی مخالفت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اس فرقہ کا بانی مونطانیس مشرف بہ مسیحیت ہونے سے پیشتر سِبل دیوتا کے معبد کا پوجاری تھا''۔(۳۵)

طرطلیان موصوف کے اس تفصیلی تعارف سے جو کچھ معلوم ہوا اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ شخص حضرت عیسی علیہ السلام کا کوئی شاگرد یا صحبت یافتہ آدمی نہ تھا بلکہ ان کے آسمان پر اٹھائے جانے کے دوسو سال بعد دوسری صدی میں جب روم میں مسیحیوں نے عیسائیت کی تبلیغ کے لیے بےلوث قربانیاں دیں تو اِس نے متأثر ہوکر عیسائیت قبول کرلی۔ یہ شخص شاہی صوبہ دار کا بیٹا تھا اس کے اوقات کا

بہتر مصرف ''تفریح گاہیں'' تھیں۔اس کے ساتھی بھی اوباش قسم کے لوگ تھے۔ یہ شخص منطق وفلسفہ کا ماہر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے عیسائی دنیا کو''ایک جوہر تین اقانیم اور تثلیث'' کا فلسفیانہ عقیدہ بخشا۔ یہ شخص مونطا نیت خیال کا حامی ہو گیا تھا اور اس فرقہ کو رُوحانی وحق پرست سمجھتا تھا جبکہ اس فرقہ کا ہادی و بانی مونطانیس نامی شخص تھا جو قبولِ عیسائیت سے پہلے سِبل دیوتا کے معبد کا پجاری تھا۔ اِس طرح بت پرستی کے قدیم ذوق اور منطق وفلسفہ کی فنی مہارت سے''تثلیث'' کا تصور وجود میں آیا۔

(۳) تدوینِ تثلیث

تیسری بات یہ ہے کہ یہ مسئلہ حضرت عیسی علیہ السلام کی زندگی میں یا ان کے شاگردوں یا شاگردوں کے شاگردوں کے زمانے میں موجود نہ تھا بلکہ ان کے رفع آسمانی کے چار سو سال بعد بیان کیا گیا اور متعدد مذہبی مجالس، بعض مسیحی حکمرانوں کی بے حد کوششوں سے ترقی پا کر موجودہ شکل میں لایا گیا۔(۳۶)

(۴) اشاراتِ تثلیث

چوتھی بات یہ ہے کہ یہ مسئلہ مسیحی مذہب کا بنیادی، امتیازی اور جامع مسئلہ ہے تاہم پاک کلام میں اسکا واضح ذکر نہیں بلکہ ''اشارے'' ملتے ہیں۔ ناقدین کا کہنا ہے کہ مذہب کے بنیادی، امتیازی اور جامع مسئلہ کو گونگوں کے اشاروں سے نہیں سمجھایا جاتا بلکہ صاف صاف لفظوں میں بار بار دہرایا جاتا ہے تاکہ کوئی اشتباہ باقی نہ رہے اور اتمامِ حجت ہو جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بائبل خاصی ضخیم کتاب ہے اس میں دنیا جہاں کی باتوں کا تذکرہ ہے اسکے کئی نمونے آپ بآسانی دیکھ سکتے ہیں(۳۷) مگر تثلیث جو مسیحی عقائد کا اساسی نکتہ ہے اس کا ذکر کیوں نہیں ہے؟ اس الجھن کا بھی بظاہر کوئی حل نظر نہیں آتا۔

(۵) تثلیث خلافِ عقل مفروضہ

پانچویں بات یہ ہے کہ مسیحی اہل علم کے بقول تثلیث کا مسئلہ بائبل میں اشاروں سے سمجھایا گیا ہے اور توحید کا مسئلہ کھول کھول کر کئی بار بتایا گیا ہے لہٰذا عوام کا تو کیا ذکر خود مسیحی علماء وفضلاء کیلئے بھی اسکا سمجھنا از حد دشوار ہو گیا ہے۔ چنانچہ وہ اِس عقیدہ کے سمجھ نہ آنے کا اور خلافِ عقل ہونے کا اعتراف کرتے ہیں۔ چنانچہ مسیحیت کے مایہ ناز عالم لوئیس برک ہاف لکھتے ہیں:

> ''خدا کا جسم میں ظاہر ہونا یہ نہ صرف بائبل کے معنوں ہی میں ایک بھید ہے جسے پرانے عہد نامہ میں پورے طور پر ظاہر نہیں کیا گیا بلکہ ان معنوں میں بھی کہ یہ انسان کی سمجھ سے بالکل باہر ہے۔ اس مسئلے کے بارے میں بہت سے مختلف خیالات ہیں۔ لیکن اب تک کوئی ایسا خیال پیش نہیں کیا گیا جو اسکو پورے طور پر حل کر سکے۔ جو خیالات پیش کئے جاتے ہیں ان میں سے چند ایک ایسے ہیں جو مسیح کی دونوں ذاتوں کو پورے طور پر پیش نہیں کرتے، جبکہ دیگر مسیح کی شخصیت کی وحدت کو پورے طور پر پیش نہیں کرتے''(۳۸)

ایک دفعہ کا واقعہ ہے(۳۹) کہ تین آدمیوں نے عیسائی مذہب قبول کیا۔ ایک قابل پادری صاحب کو ان کی تعلیم پر مامور

کیا گیا۔ یہ تینوں عیسائی ہروقت پادری صاحب کی خدمت میں حاضر باش رہتے اور وہ بھی انکو مسیحی عقائد سمجھانے کیلئے کمر بستہ رہتے۔ اتفاقاً ایک روز پادری صاحب کا ایک دوست ملاقات کیلئے آ گیا۔ پادری صاحب نے ان تینوں شاگردوں کو اپنے دوست کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے عیسائیت قبول کر کے ہمارے مذہب کی ضروری باتیں سیکھ لی ہیں آپ امتحان لے سکتے ہیں۔ پادری صاحب کا خیال تھا کہ اس طرح اُنکی محنت وکارکردگی سامنے آئے گی۔ اس دوست نے ایک شاگرد کو بلایا اور اس سے پوچھا عقیدہ تثلیث کے بارے میں تم نے کیا سمجھا؟ اس نے جواب دیا کہ پادری صاحب نے مجھے اس طرح بتایا ہے کہ خدا تین ہیں ایک آسمان میں، دوسرا کنواری مریم کے پیٹ سے پیدا ہونے والا اور تیسرا وہ جو کبوتر کی شکل میں دوسرے خدا پر تیس سال کی عمر میں نازل ہوا۔ پادری بڑا غضبناک ہوا اور اُسے ''اُلّو کا چرخہ'' کہہ کر ہٹا دیا۔ پھر دوسرے کو بلایا اور یہی سوال کیا۔ اس نے جواب دیا مجھے بتایا گیا ہے کہ خدا تین تھے جن میں سے ایک کو سولی دے دی گئی اب صرف دو خدا باقی رہ گئے ہیں۔ پادری صاحب نے غصہ ہو کر اسے بھی نکال دیا پھر تیسرے کو بلایا جو زیادہ ہوشیار تھا اور اس سے بھی یہی سوال کیا۔ اس نے جواب دیا مائی ڈیئر فادر! آپ نے جو کچھ سکھایا میں نے خوب اچھی طرح یاد کیا اور خداوند یسوع مسیح کی مہربانی سے پوری طرح سمجھ گیا ہوں۔ تثلیث یہ ہے کہ ایک تین اور تین ایک۔ ان میں سے ایک کو سولی دے دی گئی وہ مر گیا اور بوجہ اتحاد سب کے سب مر گئے لہٰذا اب کوئی خدا باقی نہیں رہا ورنہ تینوں میں اتحاد کی نفی لازم آئے گی۔

ان جواب دینے والوں کو کم فہمی و ناسمجھی کا الزام دینا ٹھیک نہیں کیونکہ مسیحی علم الکلام کے بڑے بڑے ماہر مفکرین نے اس عقیدہ کی تشریح میں جو عبارات ذکر کی ہیں وہ بھی اسی طرح عجیب وغریب ہیں۔ ایک اقتباس بطور مثال ملاحظہ ہو:

''جیسا باپ ہے ویسا ہی بیٹا ہے اور ویسا ہی رُوح القدس ہے۔ باپ غیر مخلوق، بیٹا غیر مخلوق، روح القدس غیر مخلوق۔ باپ غیر محدود، بیٹا غیر محدود، روح القدس غیر محدود۔ باپ ازلی، بیٹا ازلی اور روح القدس ازلی۔ تاہم تین ازلی نہیں بلکہ ایک ہی ازلی ہے۔ اِسی طرح نہ تین غیر محدود اور نہ تین غیر مخلوق ہیں بلکہ ایک ہی غیر مخلوق اور ایک ہی غیر محدود ہے۔ اِسی طرح باپ قادرِ مطلق، بیٹا قادرِ مطلق اور روح القدس قادرِ مطلق ہے۔ تو بھی تین قادرِ مطلق نہیں بلکہ ایک ہی قادرِ مطلق ہے۔ ویسے ہی باپ خدا، بیٹا خدا اَور رُوح القدس خدا ہے۔ تاہم تین خدا نہیں بلکہ ایک ہی خدا ہے۔ اِسی طرح باپ خداوند بیٹا خداوند اور روح القدس خداوند ہے۔ پھر بھی تین خداوند نہیں بلکہ ایک ہی خداوند ہے۔ کیونکہ جس طرح مسیحی اُصول کے سبب ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ ہر اقنوم بذاتہٖ خدا اور خداوند ہے۔ اُسی طرح کاتھولک دین کے بموجب یہ کہنا منع ہے کہ تین خدا یا تین خداوند ہیں۔ باپ نہ کسی سے مصنوع ہے نہ مخلوق اور نہ مولود۔ بیٹا صرف باپ ہی سے ہے نہ مصنوع نہ مخلوق بلکہ مولود۔ روح القدس باپ اور بیٹے سے ہے۔ نہ مصنوع نہ مخلوق نہ مولود بلکہ صادر ہے۔ پس تین باپ نہیں بلکہ ایک ہی باپ ہے۔ تین بیٹے نہیں بلکہ ایک ہی بیٹا۔ تین روح القدس نہیں بلکہ ایک ہی روح القدس ہے۔ اور اِس ثالوث میں کوئی بھی ایک دوسرے سے پہلے یا پیچھے نہیں۔ نہ کوئی ایک دوسرے سے بڑا یا چھوٹا ہے۔ بلکہ تینوں اقانیم

یکساں ازلی اور باہم برابر ہیں۔ الغرض ہر اَمر میں جیسا کہ اُوپر بیان ہوا ہے واحد کی پرستش تثلیث میں اور ثالوث کی پرستش توحید میں کرنی واجب ہے۔ پس جو کوئی نجات چاہے ثالوث کو یوں ہی مانے۔ علاوہ اِسکے ابدی نجات کیلئے ضرور ہے کہ وہ ہمارے خداوند یسوع مسیح کے تجسّم پر بھی صحیح ایمان رکھے۔ کیونکہ صحیح ایمان یہ ہے کہ ہم اعتقاد رکھیں اور اقرار بھی کریں کہ ہمارا خداوند یسوع مسیح جو خدا کا بیٹا ہے خدا بھی ہے اور انسان بھی۔ وہ خدا ہے باپ کے جوہر (ذات) سے سب عالموں سے پیشتر مولود اور انسان ہے جو اپنی ماں کے جوہر (ذات) سے اِس عالم میں پیدا ہوا۔ وہ کامل خدا اور کامل انسان ہے۔ نفسِ ناطقہ اور انسانی جسم سے موجود۔ الوہیت کی راہ سے باپ کے برابر۔ انسانیت کی راہ سے باپ سے کمتر۔ وہ اگرچہ خدا اور انسان ہے تاہم دو نہیں بلکہ ایک ہی مسیح ہے۔ ایک ہی ہے۔ اِس طور پر نہیں کہ الوہیت کو جسمانیت سے بدل ڈالا بلکہ اِس طور پر کہ انسانیت کو الوہیت میں لے لیا۔ وہ مطلقاً ایک سے جوہروں (ذاتوں) کے اختلاط سے نہیں بلکہ اقنوم کی یکتائی سے۔ کیونکہ جس طرح نفسِ ناطقہ اور جسم مل کے ایک انسان ہوتا ہے اُسی طرح خدا اور انسان مل کے ایک مسیح ہے۔ اس نے ہماری نجات کے واسطے دُکھ اٹھایا۔ عالمِ ارواح میں اُتر گیا۔ تیسرے دن مُردوں میں سے جی اٹھا۔ آسمان پر چڑھ گیا اور خدا قادرِ مطلق باپ کے داہنے بیٹھا ہے۔ وہاں سے وہ زندوں اور مُردوں کی عدالت کیلئے آنے والا ہے'' (۴۰)

ایک اور اہم بات یہ ہے کہ اگر یہ انسانوں کی نجات کے لیے انتہائی اہم اور بنیادی عقیدہ ہے تو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک کسی نبی نے اپنی امت کو ایسی کوئی تعلیم کیوں نہیں دی۔ سچی بات تو یہی کھل کر سامنے آتی ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا اساسی اور مشترک نکتہ خالص توحید کا پیغام ہے جو حلول، صدور، تجسیم، تصلیب، تثلیث، ابنیت، وغیرہ کے تصورات سے بالکل پاک ہے۔

حوالہ جات

۱ سورۃ یوسف، آیت ۱۰۶
۲ استثناء باب ۴ فقرہ ۳۵، ۳۹
۳ زبور ۸۶ فقرہ ۱۰
۴ یسعیاہ باب ۴۴ فقرہ ۶، ۲۴
۵ یسعیاہ باب ۴۵ فقرہ ۵، ۶
۶ زکریاباب ۱۴ فقرہ ۷، ۹
۷ سورۃ الانفطار، آیت ۱۹
۸ سورۃ المؤمن، آیت ۱۶

۹ استثناء باب ۶ فقرہ ۴

۱۰ التثنیہ ،الباب السادس،الجملة الرابعة،الکتاب المقدس،مطبع جمیعة الکتاب المقدس فی لبنان،1995

۱۱ استثناء باب ۶ فقرہ ۴، فارسی بائبل، مطبوعہ کوریا، 1987

۱۲ Deuternomy,Chap.6,Verse 4,The holy Bibl,King James Version

۱۳ قاموس الکتاب' ص ۲۳۳' پادری ایف۔ایس۔خیر اللہ' مسیحی اشاعت خانہ' فیروز پور روڈ لاہور

۱۴ عیسائیت(تجزیہ ومطالعہ)ص ۱۲۱' پروفیسر ساجد میر' مطبوعہ دارالسلام لاہور

۱۵ مرقس باب ۱۲ فقرہ ۲۸ تا ۳۴

۱۶ سورۃ المائدہ، آیت ۱۱۶' ۱۱۷

۱۷ متی باب ۷ فقرہ ۲۲ تا ۲۷

۱۸ سورۃ المائدہ، آیت ۲ ۷ تا ۴ ۷

۱۹ عیسائیت(تجزیہ ومطالعہ)ص ۱۲۲' پروفیسر ساجد میر' مطبوعہ دارالسلام لاہور

۲۰ عیسائیت(تجزیہ ومطالعہ)ص ۱۱۶' پروفیسر ساجد میر' مطبوعہ دارالسلام لاہور

۲۱ اعمال باب ۲ فقرہ ۲۲

۲۲ عیسائیت(تجزیہ ومطالعہ)ص ۱۲۴' پروفیسر ساجد میر' مطبوعہ دارالسلام لاہور

۲۳ آل عمران:۵۹

۲۴ الشوریٰ آیت ۴۹،۵۰

۲۵ عبرانیوں باب ۷ فقرہ ۱ تا ۳

۲۶ آل عمران:۱۴۶

۲۷ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو" بائبل سے قرآن تک" جلد ا صفحہ ۳۹۰، مصنفہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مکتبہ دارالعلوم کراچی، ۲۰۰۲

۲۸ ایوب، باب ۲۵، فقرہ:۴

۲۹ تیمتھیس کے نام پہلا خط، باب ۲، فقرہ ۱۴

۳۰ انجیل یوحنا، باب:۲، فقرہ: ۱ تا ۱۱، بائبل مقدس

۳۱ مرقس باب ۱۰ فقرہ ۱۷' لوقا باب ۱۸ فقرہ ۱۸

۳۲ سورۃ النساء آیت ۱۷۲

۳۳ قاموس الکتاب' ص ۲۳۳' پادری ایف۔ایس۔خیر اللہ' مسیحی اشاعت خانہ' فیروز پور روڈ لاہور

۳۴ سورۃ النساء آیت ۱۷۱

۳۵ آبائے کلیسیا۔ص ۲۱' ۲۳۔مصنفہ فیروز خاں تارڈ۔شائع کردہ۔پنجاب ریلجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور

۳۶ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو عیسائیت(تجزیہ ومطالعہ)ص ۱۳' پروفیسر ساجد میر' مطبوعہ دارالسلام لاہور۔

۳۷ تفصیل کے لیے استثناء باب ۲۲ فقرہ ۱۳ تا ۱۷، حزقی ایل باب ۲۳، روت باب ۳، احبار باب ۱۳، ۱۴، ۱۵، غزل الغزلات وغیرہ دیکھیے۔

۳۸ مسیحی علم الٰہی کی تعلیم۔ص ۲۳۴، لوئیس برک ھاف، مسیحی اشاعت خانہ فیروز پور روڈ، لاہور

۳۹ اس واقعہ کو عبدالرحمٰن بن سلیم ابن باجہ جی زادہ نے اپنی کتاب ''الفارق بین المخلوق والخالق (صفحہ ۳۶۹، مطبوعہ دار النشر ،۱۹۸۷) میں لکھا ہے۔اسی طرح اور بھی کئی اہل علم نے اس کو ذکر کیا ہے۔

۴۰ مسیحی علمِ الٰہی کی تعلیم، ص ۱۳۸، مصنفہ پادری لوئیس برک ہاف، مطبوعہ مسیحی اشاعت خانہ فیروز پور روڈ لاہور، ۲۰۰۵ء